سلسلۂ مطبوعات قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

بابت ذی الحجہ و محرم [illegible]

ہونہار طلبہ

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہ

دفتر

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

[illegible]

سلسلہ اشاعت قرآن حیدر آباد دکن   جلد ۱ نمبر ۵ ذوالحج سنہ ۴۸

مسلمان بچوں کی رجز خوانی

(مصلح)

اکسیر سے بڑھ کر ہیں گو خاک سے بدتر ہیں
قطرہ نہ ہمیں سمجھو ہم موج سمندر ہیں

ہم حامل قرآں ہیں مسلم ہیں ہمیں کہتے
ہم فہم سے بالا ہیں ہم عقل سے باہر ہیں

چھوٹا نہ ہمیں سمجھو بچہ نہ ہمیں جانو
چل جانے میں خنجر ہیں چبھ جانے میں نشتر ہیں

ہم بحر تلاطم ہیں اور سیل فنا ہم ہیں
دشمن کے ڈبونے کو ذخار سمندر ہیں

میرے لئے دنیا ہے ہم مالک دنیا ہیں
سمجھو ہمیں کسریٰ تم ہم غیرت قیصر ہیں

ہم حافظ و سعدی ہیں غزالی و رازی ہیں
ہم علم کے دریا ہیں ہم عقل کے پیکر ہیں

قرآں کے مبلغ ہیں ہم حق کے مجاہد ہیں
شمشیر ہیں بڑھ کر ہم چھوٹے ہیں تو خنجر ہیں

پھر جائے زمانہ ہم پھر جائیں اگر اس سے
دشمن سے ذرا کہدو ہم اس کا مقدر ہیں

گر گر کے سنبھلتے ہیں مر مر کے ہیں ہم جیتے
ہم رنج و مصیبت کے اک عرصہ سے خوگر ہیں

بپھرے تو غضب ہوگا کہ شیر خدا ہیں ہم
ہم خالد ثانی ہیں زرار بن ازور ہیں

مے خانہ کے ہم مالک ساقی بھی ہمارا ہے
ہم مے ہیں سبو ہم ہیں ہم شیشہ و ساغر ہیں

باطل کے پجاری سے حق کو بھلا کیا خطرہ
مٹ جائے گا زمانہ خود یہ حرف مکرر ہیں

ہم قہر الٰہی ہیں، جبروت الٰہی ہیں
کھینچے ہوئے خنجر ہیں بدلے ہوئے تیور ہیں

تم سمجھو تو اے مصلح جو کچھ ہے ہمارا ہے
آقا کا مگر سب ہے ہم آقا کے چاکر ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہونہار طلبہ

اون بھائیوں سے جو مدارس اور انگریزی اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ملک و قوم کی ساری امیدیں وابستہ ہیں کیونکہ ایک دن یہی لوگ اسلامی پلیٹ فارم پر قوم کے رہنما بلکہ جلوہ گر ہونے والے ہیں، انہیں کے ہاتھوں میں ملازمتیں ہونگی، عہدے ہوں گے۔ کارخانے اور دفاتر کی کرسیاں زینت پائیں گی۔ اسلام کی لاج انکے ہاتھوں میں ہو گی۔ لوگ ان کو مسلمان سمجھینگے اور اسلام کے معائب اور محاسن کے متعلق رائیں ان کو دیکھ کر قائم کرینگے۔ قوم کی کشتی ساحل مراد تک انؔ کو پہونچانا پڑے گی غرض سارا بوجھ کوئی دن آتا ہے کہ ان کے کاندھوں پر ہوگا۔ اگر یہ سچ ہے اور یقیناً سچ

ہے تو آؤ گھڑی بھر ہم اس کا جائزہ لینے میں صرف کریں کہ کیا ہم واقعی اس میدان کے مرد ثابت ہونگے اور کیا ہم امید کرنے والوں کی امیدیں پوری کرسکینگے

"ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" ؎

بالائے سرش زہوشمندی می تافت ستارۂ بلندی

قرائن کیا اس بات کی ضمانت ہیں۔ آج کی حالت دیکھکر کیا کل کے لئے بہتری کی رائے قائم کرلی جائے۔ اگر ایسا ہے تو "چشم ماروشن دلِ ماشاد" اور اگر معاملہ برعکس ہے تو ضرورت ہے کہ اسباب وعلل کو معلوم کیا جائے اصلاح حال کی طرف توجہ کی جائے۔ برسات کے آنے سے پہلے مکان کی مرمت کرلی جائے تاکہ وقت پر کفِ افسوس ملنا نہ پڑے۔

یہ سچ ہے کہ ابھی ہم طالب علم ہیں ہمارا زمانہ کھیلنے اور پڑھنے کا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی بالکل سچ ہے کہ یہی وقت آئندہ کے لئے طیار ہونے کا بھی ہے بیج بونے کا بھی یہی موسم ہے کیونکہ اس کے بعد تو اناج اکٹھا کرنے اور کھلیان جمع کرنے کا وقت آتا ہے۔ اگر آج ہم جو بو رہے ہیں تو کل کو گیہوں نہیں حاصل کرسکتے۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جو ز جو
جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اور سختی کے ساتھ
جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ سایے کو اصل سے
سمجھنا۔ سراب کو پانی تصور کرنا۔ اگر دھوکہ ہے تو دنیا
میں اور بھی بہت سے دھوکے ہیں جس چیز کو ہم اپنی
پڑھائی اور زندگی کی اصل چیز سمجھ رہے ہیں۔ اُس
کے متعلق بھی غلط فہمی ہو سکتی ہے۔
نفس کھیلنے کے متعلق تو اتنا کہنا کافی ہے کہ
ہمارے موجودہ کھیل کود کا بیشتر حصہ لہو و لعب
ہے۔ جس کو قرآن مجید نے پسند نہیں کیا ہے۔
مگر وہ کھیل کود جو ورزش جسمانی اور دوسری طرح
پر کارآمد ہیں۔ یقیناً اچھی چیز ہیں بلکہ ضروری
بھی ہیں مگر اتنا نہیں کہ زندگی کا ماحصل بنجائیں
یقیناً بچپن کا زمانہ ویسے ہی بے فکری کا
زمانہ ہوتا ہے اور بچے کھیل کود کی طرف طبعاً
میلان رکھتے ہیں۔ مگر ہم مسلمان بچوں کے لئے
اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن کی
مثال ہونی چاہیئے آپ بچوں کے ساتھ شاید ہی
کبھی کھیل میں شریک ہوئے ہوں بعض بزرگوں کے

واقعات تو عجیب وغریب ہیں لڑکپن کے زمانے میں جب اُن کے ہم عمر اُن کو کھیلنے کے لیے کہتے تو وہ صاف انکار کر دیتے اور کہتے کہ "بھائی! ہم اس لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں کہ عمر عزیز کو کھیل کود میں ضائع کر دیں" بلکہ کوشش کرتے تھے کہ دوسرے بچے بھی لغویات سے پرہیز کریں۔

عربی مدارس میں تو نہیں لیکن انگریزی اسکولوں میں آج کل عموماً کھیل کود کا خاص التزام ہے۔ مگر جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں، کہ اس سے نہ تو بچوں کی صحت میں ترقی ہوتی ہے اور نہ یہ کھیل کی چیزیں کسی دوسری طرح پر زندگی کے لئے کار آمد ہیں۔ کاش تیرنا، گھوڑا چڑھنا، بندوق چلانا، لکڑی اور تلوار کے ہاتھ جاننا وغیرہ سکھلائے جاتے تو ایک کاج دو نپتھ کا مصداق ہوتا۔

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

اگر امر واقعہ بھی یہی ہے تو ہمیں کھیل کود کے معاملے میں ذرا احتیاط سے کام لینا چاہیے اور اس کی ایک حد مقرر کرنی چاہیئے جس سے تجاوز نہ کیا جائے

اب رہا پڑھنے کا معاملہ جس پر ہم کو ناز ہے، اور جسے ہم اپنا اوڑھنا، بچھونا بنائے ہوئے ہیں۔ جس کے لئے ہم بیدریغ اپنی عمر اور اپنا پیسہ صرف کر رہے ہیں خون اور پانی ایک کئے دیتے ہیں۔ جسے دین طلبی اور دنیا طلبی کا سرمایہ سمجھے ہوئے ہیں۔ آؤ جائزہ لیں کہ آخر وہ کس حد تک قابلِ اعتبار ہے۔ دین کے لئے وہ کہاں تک مفید ہے اور دنیا کے لئے کس حد تک کارآمد ہے۔

اسلامی مدارس جو چھوٹے ہوں تو مکتب اور بڑے ہوں تو مدرسہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں ان کے اندر نصابِ تعلیم، معلم، اور متعلم ہیں تو در اصل اسی لئے کہ خالص دین کے کام آئینگے طلباء کے والدین اسی نیت سے اس میں ان کا داخلہ کراتے ہیں۔ بچے بھی یہی سمجھتے ہیں۔ اور بانیانِ مدرسہ اور مدرسین تو گویا بزعمِ خود اسلام کی خدمت کیا انجام دیتے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں پر احسان کر رہے ہیں۔ مگر اس بات پر یقین کر لینا چاہئے کہ درسی کتابوں میں جو ابواب اور جو احکام اساسِ دین، روحِ تہذیب و ترقی، جانِ انسانیت ہوتے ہیں۔ ان کا صرف درس ہی ہوتا ہے اور وہ عبارت خوانی

تک ہی محدود رہتے ہیں۔

پیغمبرِ اسلام کے اخلاقِ حسنہ کا صرف بیان ہی ہوتا ہے۔ تبلیغی جد وجہد کی فقط خوبی ہی دہرائی جاتی ہے۔ مگر کتنے ہیں جو اِس مبارک زندگی کی تقلید میں ایک لمحہ بھی گذارنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

"باب الجہاد" کس طالب علم کے سبق میں نہیں آتا، غزوات رسول کو کون نہیں پڑھتا مگر اس پوری صدی میں کس نے کس نے جہاد کیا، جہاد کا وعظ کہا یا جہاد کا سامان فراہم کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسلامی جوش وخروش حق کے غالب کرنے کی تڑپ یا عظیم الشان فتوحات وغیرہ کس کی زبان پر نہیں۔ مگر اس کے لئے سرگرم عمل کون کون ہیں

"قرآن" قوموں کا نجات دہندہ ہے۔ یہ سارے جہان کے لئے ہدایت ہے۔ مگر کس کس مدرسہ کا کون کون طالب علم حضرت خواجہ اجمیری کی تقلید میں ایک ایک ملک میں ایک ایک ریگستان، اور کفرستان میں توحید کی ضیا پاشیوں کے لئے پہونچا اور وقف ہوا۔ انسانیت چشم براہ ہے۔ اور ایسے مبلغینِ قرآن اور مجاہدینِ اسلام کے قدم چومنے کو تیار ہے

مگر اس توہین کو لے کر آگے کون کون بڑھا اور نورِ ایمان سے کتنوں کے قلوب کو منوّر کیا۔

قرآنِ حکیم علوم وفنون، اور اعلےٰ حکمت وفلسفہ سے مالا مال ہے مگر ان عربی مدارس کے کس کس طالب العلم نے کون کون سی ایجاد دنیا کے سامنے پیش کی اور صانع حقیقی کی صنعت اور نعمت کو اس طرح یاد دلا کر تبلایا کو دنیا والے دیکھتے کہ وہ قرآن ہی ہے جو دین بھی دیتا ہے اور دنیا بھی۔

جس ترقی اور جس ملک گیری کا آج یورپ مالک ہے۔ وہ اکثر معنوں میں سراہنے کے لائق تو ہرگز نہیں تاہم ان سب چیزوں پر قبضہ تو حق پرستوں کا ہونا چاہئے تھا۔ آج جو شئے اغیار کے یہاں ہے وہ دراصل ہماری ہونی چاہئے تھی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اگر ان مدارس اسلامی میں صحیح تعلیم ہوتی، قرآن اصلی معنوں میں پڑھایا جاتا، اساتذہ حقیقی جذبات سے متاثر ہوکر طلبہ کو مبلغ قرآن اور مجاہد اسلام بناتے تو دنیا کی کون سی طاقت تھی جو اس نتیجہ کے برآمد ہونے سے روکتی جو کتابوں میں تو لکھے ہوئے ہیں لیکن باہر ان کا کوئی اثر نہیں۔

یہ اسی غلط تعلیم کا نتیجہ ہے کہ حق پا مال ہے، حق کا جھنڈا سر نگوں ہے۔ وہ جو اپنے کو حق پرست کہتے ہیں کمزور و ناتوان بلکہ ذلیل و خوار ہیں کیا اس سے بڑھ کر کوئی ماتم کی چیز ہو سکتی ہے کہ باطل اور باطل پرست مُنہ آنے لگیں ؏

آہ! سر چڑھنے لگے پاؤں کے ٹھکرائے ہوئے

کاش کوئی ہوتا کہ قرآن کی زندہ تعلیم سے ہمیں زندہ کرتا۔ ہمیں ہمارے فرائض اس طرح یاد دلاتا کہ ہم سرگرم عمل نظر آتے اور پھر اس کو کبھی نہ بھولتے۔

اسلامی مدارس کا تصور، مذہبی تعلیم کا مفہوم اپنی ہی قوم کے دوسرے طبقہ میں اس سے زیادہ نہیں کہ یہاں کے تعلیم یافتہ، کسی مسجد کے امام، کسی یا مدرسہ کے بانی یا مدرس بے سمجھے بوجھے واعظ بننے اور پیری مریدی کرنے کے سوا اور کسی کام کے نہیں ہوتے اور ایسا سمجھنے میں ایک حد تک وہ حق بجانب بھی ہیں۔

یہاں کے طلبہ کو تو آسمان و زمین کے قلابے ملانے تھے، دنیا میں ایک انقلاب بپا کرنا تھا، قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کا مالک ہونا تھا۔ اور یہاں کے طلبہ کے سر پر تو ایجادات و اختراعات کا سہرا بندھنا تھا۔ اسلامی

مدارس اور اسلامی تعلیم اور اس کی کائنات اتنی سی

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا!

ظاہر ہے کہ دنیا تو اس تعلیم سے برباد ہو چکی مگر دین کی بھی تو خیر نہیں باطل پرست جو گئے اس کے سننے اور ماننے پر یہ نام نہاد حق پرست مجبور ہوں اور پھر بھی اپنے کو حق پرست ہی سمجھتے رہیں۔ ع

تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

یہیں سے غیروں کے اقتدار کی بنیاد قائم ہوئی، اسی کو دیکھکر مسلمانوں کا دنیا طلب گروہ' امرا' کا طبقہ اپنےکو اور اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم اور انگریزی نوکریوں کے حصول کے لیے مجبور سمجھنے لگا۔

(۲)

اب آئیے انگریزی اسکول اور یہاں کے طلبار کی تلاشی لیں اور دیکھیں کہ یہاں کیا ہاتھ آتا ہے۔

انگریزی اسکول و کالج کا سسٹم یعنی نظام تعلیم، انگریزوں کا ساختہ پر داختہ ہے۔ انگریز ایک بنیا قوم ہے۔ مگر ہماری بدقسمتی نے اسے سلطنت کا مالک کر دیا ہے۔ اس لیئے اور اس لیے بھی کہ وہ خود تعداد میں کم ہیں نیز سات سمندر پار سے

اگر حکمرانی اسی صورت میں ممکن تھی کہ وہ ہمکو غلام رکھنے کے لئے ہمیں کو آلۂ کار بناتے اور یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جبتک اپنے سسٹم کے مطابق اپنی زبان اپنی تہذیب کی تعلیم نہ دیتے۔ پھر انگریزوں کو ہماری ضرورت تھی اور دنیا کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں انگریزوں کی ضرورت تھی نتیجہ یہ ہوا کہ اسکول و کالج اور یونیورسٹیوں کی مشینری چلنے لگی اور غلامی کا سکہ ڈھلنے لگا۔

اس بات کو ہر شخص تسلیم کریگا کہ علم کو علم کے لئے حاصل کرنا چاہئے۔ علم کی قیمت روٹی نہیں ہے علم کو فقط روٹی کا ذریعہ بنانا علم کی توہین ہے علم تو انسان بننے کیلئے حاصل کرنا چاہیئے، علم کو تو اخلاق کی درستگی کے لئے ہونا چاہئے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ علم کو تو خداشناسی کا آلہ ہونا چاہئے۔

اگر یہ سب باتیں سچ ہیں اور یقیناً سچ ہیں۔ تو اس سرے سے اُس سرے تک دیکھ جاؤ کہ ان میں سے ایک چیز کی بھی کما حقہٗ کہیں تعلیم ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہو بھی کیونکر انگریز خود کب انسان اور خدا پرست ہیں۔ جو دوسروں کے لئے ایسا سسٹم اور ایسی تعلیم گاہیں قائم کرینگے۔

کیا اس میں شک ہے کہ مسلمان بچوں کے لئے تو ہر تعلیمگاہ میں قرآن مجید کی تعلیم لازمی ہونی چاہیئے تھی مگر بتاؤ کہ آخر اس کا کہیں نام و نشان بھی ہے پھر خدارا یہ بھی بتاؤ کہ ہم اپنے کو مسلمان بھی کہیں اور مسلمانی کی چیز کی ہوا بھی نہ لگے تو ہم نصف انگریز نہ ہو جائیں تو اور کیا ہوں اور یہ تو غنیمت ہے کہ ہم یکقلم انگریز نہیں ہو جاتے کیونکہ شب و روز سوتے جاگتے، چلتے پھرتے گھر میں اور باہر ہر جگہ تو انگریزی سے واسطہ ہے۔

کوئی ہوتا جو ہمیں اتنا بتاتا کہ ان حالات میں مسلمان بچوں کو ان انگریزی مدارس کی تعلیم کیونکر راس آئیگی اور اگر یہاں کے بچے حقیقی معنوں میں دین اور دنیا سے محروم نہ رہینگے تو اور کیا ہوگا۔

ایک صورت اور تھی جو اگر اختیار کی گئی ہوتی تو شاید کچھ فائدہ ہوتا۔ یعنی والدین قرآن حکیم کی تعلیم سے بہرہ ور ہوتے اور پہلے اپنے نونہالوں کو اس کے ذریعہ پکا اور سچا مسلمان بنا لیتے پھر کوئی پروا نہیں تھی کہ انگریزی تعلیم کے ذریعے محکموں کا مالک بنا دیتے یا لندن و پیرس پر قبضہ دلا دیتے۔

مسلمانوں کو تو اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف

اولاد پیدا کرنے آتی ہے اور اگر اس سے آگے بڑھے تو غلام بنانے کے لئے بڑے بھلے وقف کر دیا بس اس کے بعد حقوق پدری سے کلیتہً آزاد ہو گئے۔

انگریزی کالجوں اور اسکولوں میں جو مذہبی تعلیم کے داخل ہونے کا کسی کو جواب سوجھتا ہو تو میں اس کا قصداً ذکر نہیں کر رہا ہوں کیونکہ میں اسے ایک دھوکے سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔

حقیقت یہ ہے کہ والدین کو اسلام کی پروا نہیں معلوم ہوتی پھر وہ اپنے بچوں کو مسلمان کیوں بنائیں وہ تو بچوں کو جس قدر اپنا سمجھتے ہیں خدا کا بھی نہیں سمجھتے پھر خدا کی کتاب کیوں پڑھائیں۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں کہ ان کا لڑکا شعائرِ اسلام کی بے حرمتی کر رہا ہے فرائض کی پروا نہیں کرتا، وضع قطع طرز رہائش وغیرہ کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں جس سے اسلام اور مسلمانی ٹپکتی ہو۔ مگر ان کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی لڑکے گھر سے مسلمان بنے نہیں، تعلیم گاہ میں اس کا موقع نہیں فضا ایسی میسر نہیں پھر کوئی بتائے کہ خود بخود سارے انقلابات کیونکر رونما ہو جائیں اور ہم مسلمان کیسے بنجائیں۔
ہمارے بچوں کا اس میں یقیناً اتنا قصور نہیں جتنا دوسروں کا

ہے تاہم ہے تو سب کچھ بچوں ہی کے لئے نذر تو براہ راست
بچوں ہی پر پڑتی ہے غلطیاں دوسروں کی ہی سہی مگر خمیازہ
تو ہمارے بچوں کو ہی بھگتنا پڑتا ہے اور بہرحال دین و دنیا تو
بچوں ہی کی تباہ و برباد ہوتی ہے ؎

دل یہ کہے کہ آنکھ نے رسوا کیا مجھے
آنکھیں کہیں کہ دل کا یہ سارا قصور تھا
دونوں کی ضد نے خاک میں ہمکو ملا دیا

کیا غضب ہے کہ مہربانی اور شفقت کے پردے میں
دشمنی کی جارہی ہے اور کیا ستم ہے کہ تعلیم کے نام پر
جہل مرکب پھیلایا جارہا ہے۔

(۳)

بہرحال اب طلبہ کو خود ادھر متوجہ ہونا چاہئے کہ کیا
ہورہا ہے اور کیا ہونا چاہئے۔ اگر ہوسکتا تو صاف لفظوں میں
کہدیا جاتا کہ ہمیں اللہ کی کتاب اور اس کی تعلیم کافی ہے
کیوں کہ اس کے اندر دین بھی ہے اور دنیا بھی۔ اس میں
دونوں کے حصول کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ قرآن میں اولین
و آخرین کا علم ہے۔ زمین و آسمان کی ہر شئے کا علم ہے اور
بلاشک و ریب اس میں ہر علم و فن کی اصل موجود ہے مگر
اس کو قسمت والوں کے لئے چھوڑو۔ تاہم کم سے کم اتنا

سے ہی شروع کر دینا چاہیئے کہ قرآنی تعلیم زندگی کا اصل
مد قرار پائے اور ہر تعلیم و تلقین قرآنی معیار پر قرآن کے
ہونی چاہیئے۔ اس آسمانی کتاب کو اصل سمجھنا چاہیئے
دوسرے علوم و فنون کو اس کی فرع۔
ہونہار طلبہ! آپ کا ایک بھائی درد بھرا دل لئے
ے آپ کو اپنے سمجھنے کے لئے قرآن مجید کی طرف آنے
دعوت دے رہا ہے۔ قبول فرمائیے اور اس کا ثبوت
بجئے۔
(ابو محمد مصلح)

دو غلط فہمیاں

ہندوستان کے ایک مشہور عالم نے جو ایک بڑے شہر
ے قائد اعظم بھی ہیں۔ مجھ سے سوال کیا "کیا تم چاہتے ہو کہ
ل بھی معنے کیساتھ قرآن جاننے لگ جائیں" جی ہاں میری
یہی خواہش ہے۔ اور میں تو یہی چاہتا ہوں کہ کوئی
سلمان ایسا باقی نہ رہے۔ جو معنی و مطلب کے ساتھ قرآن
بید کو نہ جانتا ہو" اس پر مولانا نہایت چیں بجبیں ہوے
ور گھبرا کر بولے پھر تو لوگ گمراہ ہوجائیں گے " میں نے ہنسکر کہا
بے شک قرآن تو اب اسی لئے ہے کہ لوگ اس سے گمراہ ہوں۔

سلسلہ اشاعت قرآن حیدرآباد دکن جلد ا نمبرہ ذوالحج ۱۳۸۴ھ

راہبر کو راہزن سمجھا کیا اے دلِ ناداں تونے کیا کیا

(مصلح)

۲

قرآنی تحریک" کے متعلق ایک نوجوان عالم سے گفتگو ہوئی۔ کہنے لگے "قرآن کی تعلیم دو طرح کی ہے ایک تو یہی جو ناظرانہ خوانی اور حفظ کے طریق پر جاری ہے اور دوسری وہ جیسے تم کہتے ہو" میں نے کہا! مولنا ایسا نہیں ہے قرآن کی تعلیم تو صرف ایک ہی طرح کی ہے جو ہر حال میں معنی و مطلب، تدبر، غور و فکر اور عمل کی نیت سے ہو جس سے زندگی پیدا ہو جائے۔ صرف حیثیات کا فرق ممکن ہے اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ مگر مولانا کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی تھی نہ آئی اور اخیر تک وہ یہی کہتے رہے کہ قرآنی تعلیم دو طرح کی ہے ایک بے معنی و مطلب کی اور دوسری معنی و مطلب کے ساتھ غالب نے سچ کہا ہے

یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھینگے میری بات
دے اور دل اون کو جو نہ دے مجھکو زبان اور

(مصلح)